

مطبوعات

چند معاشی مسائل اور اسلام | تالیف: جناب سید یعقوب شاہ صاحب سابق آڈیٹر جنرل پاکستان۔
 نتائج کردہ: اولہ ثقافت اسلامیہ: کلب روڈ، لاہور صفحات ۲۰۰ قیمت مجلد ساڑھے چھ روپے غیر مجلد ۵ روپے
 بہار معاشرہ بلاشبہ متقدم معاشی اور سیاسی مسائل سے دوچار ہے۔ اس کے اسباب خواہ کچھ ہوں مگر زندگی
 کے ہر شعبے میں ایک زبردست غلبان اور خلفشار نظر آتا ہے۔ اور ہر ذمی فہم انسان اس کے اثرات کو پوری شدت
 کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کے فاضل مصنف بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ وہ بھی موجودہ عالمگیر اقتصادی
 نظام میں سود کی دراندازی کے پیش نظر اس بات کے فکر مند ہیں کہ اس کی حقیقت و ماہیت کو متعین کیا جائے اور پھر
 اس کے متعلق شرعی احکام کی نئے حالات میں توضیح کی جائے۔ یہ ساری کتاب ان کے اسی احساس کی ترجمانی
 کرتی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا؟ قسم کا سود جو آج کل
 رائج ہے وہ الربو کے تحت آتا ہے اور اس لیے حرام ہے یا اس کی کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن پر
 الربو کا اطلاق نہیں ہوتا اور جن سے مسلمان بھرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فاضل مصنف نے سود
 کی مہر گیری، قرآن پاک کی اصطلاح الربو، استقرار کی غایت، جاہلیت میں ربو کی کیفیت اور حرمت
 ربو کی علت کا جائزہ لیا ہے اور پھر ربو کی مختصر تاریخ، ربو الفضل کی تحقیق اور بعض محققین کی آرا کی مدد سے
 اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ زمانے کے سود کی بعض شکلیں ایسی ہیں جو الربو کی حدود کے اندر نہیں آتی۔
 شاہ صاحب کے نزدیک نفع آور کاموں میں استعمال شدہ سرمایہ پر سود کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی۔ (صفحہ ۲۱۱)
 یعنی ایسے تمام قرضے جو احتیاجی قرض کے نہ ہوں بلکہ وہ قرضے جو محض نفع آور کاموں میں استعمال کیے جانے
 کے لیے دیے گئے ہوں ان پر سود اسلام میں جائز ہے اور ممنوع نہیں ہے۔ اس کو اصطلاحاً تجارتی
 سود سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فاضل صنف نے اپنے اس خیال کی بنیاد چند درج ذیل مفروضات پر رکھی ہے

(۱) قرآن حکیم میں جس سود کی ممانعت ہے وہ ایک خاص قسم کی زیادتی ہے جو عہد جاہلیت میں اصل ذریعہ قرض پر وصول کی جاتی تھی۔

(۲) عہد جاہلیت نفع آور قرضوں (تجارتی قرضوں) سے نا آشنا تھا۔ اس وقت کے تمام قرضے احتیاجی نوعیت کے تھے۔

(۳) الربو کے متعلق کتاب و سنت میں پوری تفصیل موجود نہیں لہذا اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ ان دلائل کے علاوہ وہ عہد حاضر میں سودی نظام معیشت کی افادیت اور ناگزیریت کا بھی جائزہ فرماتے ہیں۔ سودی مباحث کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن بیس افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن مفروضات کی بنیاد پر مؤلف نے اپنے نتائج اخذ کیے ہیں ان سب کی بنیاد نہایت کمزور ہے۔ کتاب و سنت میں جس سود کی ممانعت ہے وہ بعینہ عہد حاضر کی ہر قسم کی اس زیادتی پر منطبق ہوتی ہے جو اصل ذریعہ قرض پر وصول کی جائے خواہ اس قرض کی غرض کچھ بھی ہو۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ عہد جاہلیت میں عوام نفع آور قرضوں سے نا آشنا تھے۔ ہم تو اس کے برعکس یہ دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی میں نفع آور اغراض کے لیے سرمایہ کا استعمال ایک مستقل نظام کار تھا جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشغول رہے۔ اور جسے شریعت کی اصطلاح میں "مضاربت" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ مرغیانی صاحب حدایہ کی تصریح ہے کہ جو مال نفع آور کاموں میں لگانے کے لیے دیا جائے مگر اس کے نفع میں سے کچھ متناسب حصہ صاحب مال مقرر کرے تو وہ مضاربت ہے اور اگر کچھ مقرر نہ کرے تو وہ قرض ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں کہ الربو کے متعلق پوری تفصیل کتاب و سنت میں موجود نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربو کی تفصیل نہیں بتائی وہیں یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ اس صورت میں ربو کے جواز کی صورتیں تلاش کرنے کے بجائے ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ جہاں جہل شائبہ ربو (ریبہ) ہو اسے بھی ناجائز قرار دیں۔ یہ حکمت ربو کی تفصیل ہے۔

علاوہ ازیں بعض مقامات پر سود کی بعض شکلوں کی حلت کے قائل علماء کے خیالات کی تعبیر وہ نہیں کی

گئی جو ان کے ذہن میں مٹی۔ مثلاً علامہ محمد عبده کی تفسیر کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

”اس سود کے تحت جس کی حرمت منصوص اور شک و شبہ سے بالاتر ہے، یہ چیز داخل نہیں کہ ایک شخص دوسرے کو پیدا آدرسی اغراض کے لیے سرمایہ دے، اور اس شخص کی کمائی میں سے اپنے لیے ایک معینہ مقدار مقرر کرے چاہے منافع اس سے کم ہو یا زیادہ۔“ ص ۷۷۵

علامہ عبده کی عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

سود میں یہ صورت داخل نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کو مال بغرض کاروبار اس شرط پر دے کہ اس کاروبار سے جو منافع ہوگا، اس میں سے ایک مقررہ حصہ صاحب مال کو ملے۔ کیونکہ فقہاء کے قواعد کی مخالفت اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شخص اپنا حصہ مقرر کرے خواہ نفع اس سے زیادہ ہو یا کم۔

تعجب ہے کہ فاضل مصنف نے اس واضح تحریر سے جو کاروبار اسی قرضہ کے ہرگز سود کو ناجائز قرار دیتی ہے کس طرح جواز کا پہلو نکال لیا ہے۔

بیمہ کے باب میں مؤلف کا خیال یہ ہے کہ بیمہ نہ تو ربوہ ہے نہ قمار۔ اس سلسلہ میں جو دلائل دیے گئے ہیں ان میں اصل بنیاد انتقالِ زر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور یہ نہیں بتایا گیا کہ بیمہ کمپنیاں جو اقساط لیتی ہیں وہ قرض ہے یا امانت۔ ظاہر ہے ان کے علاوہ اور کوئی صورت انتقالِ زر کی ہے ہی نہیں اور دونوں صورتوں کے احکام میں سے کوئی بھی بیمہ پر منطبق نہیں ہوتا۔

اسی طرح زکوٰۃ کے باب میں عہد حاضر کے مفکرین کے اس خیال کی تائید کی گئی ہے کہ زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے ورنہ لاکھ بے ایک عبادت ہے۔ نقطہ نظر کی اس غلط بنیاد پر زکوٰۃ کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائیگا وہ اسلامی تعلیمات سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔ کتاب کا عجیب و غریب طبع و کتابت عمدہ ہے۔

(عبد الحمید صدیقی)

الفتی من منہاج السنۃ النبویۃ | تالیف: امام ابن تیمیہ - ترجمہ: پروفیسر غلام احمد حریری۔ شائع کردہ:۔۔ ادارہ